کامیابی وناکامی کا قرآنی معیار

صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد نقوی رحمت مآب

قرآن مجید کامیابی کا معیار ایمان و عمل صالح کو قرار دیتا ہے۔سورۂ مومنون میں ارشاد ہے۔قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ الخ۔ کامیاب وہ ہوتے ہیں جونماز میں خضوع وخشوع بجالاتے ہیں۔سورۂ اعلیٰ میں ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى فلاح اس نے پائی جس نے نفس کو پاک کیا۔ سورۂ شمس میں اعلان ہواقَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کامیاب وہ ہوا جس نے تزکیہ نفس کیا۔سورۂ قصص کی آیت ہے فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ تو جن لوگوں نے توبہ کی ایمان لائے انہیں کے لئے کامیابی کی توقع ہے۔

ناکامیابی اور خسارہ ان کا مقدر ہے جو بے ایمان وبدکردار ہوں۔سورۂ عصر نے تصریح کی وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ عصر کی قسم ہر انسان خسارہ میں ہے،سوائے ان کے جو باایمان باکردار ہیں سورۂ انعام میں اعلان ہےاِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اللہ کبھی ظالموں کوفلاح نہیں دیتا۔اسی سورہ میں یہ بھی ارشاد ہوااَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کونقصان پہنچایا تو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اسی طرح کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن کوان معنی میں بیان کرنے سے مضمون طولانی ہوجائے گا۔

کثرت وقلت تعداد اسلحہ کی فراوانی یا کمی دولت وثروت کی بہتات یا فقدان کوقرآن نے کبھی فتح وشکست کا معیار نہیں قرار دیا۔کبھی ارشاد ہوا كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ سورہ بقرۃ آیت ۲۴۹/ایسا ہوتا رہا ہے کہ کتنی ہی تھوڑی سی تعداد والے بڑے گروہوں پر اللہ کی مرضی کی بنا پر غالب آگئے۔

قرآن میں مختلف مواقع پر آیات نے تصریح کی ہے کہ اللہ والے اور حق کے ساتھی غلبہ حاصل کریں گے۔کبھی ارشاد ہوالَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ سورہ مجادلہ آیت ۲۱/اور یقینا ہم اور ہمارے پیغمبر ہی غالب ہوکر رہیں گے۔کہیں ارشاد ہے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ۔ سورہ مائدہ آیت ۵۶/اللہ کا گروہ یقینا غالب آنے والوں میں ہے۔یہ کلیہ بیان کردیا گیا ہے کہ الحق يعلو ولا يعلى عليه۔ حق ہی سربلند رہتا ہے۔حق کے مقابلے میں کبھی باطل غالب نہیں آسکتا۔مگر جب دنیادار لوگ ان آیات کو دیکھتے ہیں تو وہ فیصلہ نہیں کرپاتے کہ ہمیشہ قلت تعداد اور اسباب مادی مہیا نہ ہونے کے باوجود حق کیسے غالب آسکتا ہے۔دنیاوالوں کی نظر میں تو عیش وآرام حاصل ہوجانا،خزانوں کا زروجواہر سے مملو ہونا، ممالک کا زیرنگیں آجانا،دنیاوالوں کی گردنوں کا جھک جانا ہی کامیابی سمجھا جاتا ہےلیکن جب تاریخ انسانیت پرنظر ڈالی جاتی ہےتو قرآن کا پیش کردہ معیار بالکل صحیح نظر آتا ہے باطل کی ٹکر باطل سے ہو،دنیادار دنیاداروں سے جنگ کریں تب تو وہی کامیاب نظر آتے ہیں جن کے پاس فوجوں کی تعداد زیادہ اور سامان حرب کی کثرت اور میدان جنگ کے نبردآزماسپاہی ہوں لیکن جب حق وباطل کی ٹکر ہوتی ہےتو وہاں یہ معیار باقی نہیں رہتا۔جناب ابراہیمؑ اور نمرود میں مقابلہ ہوا۔کس کے

فوج تھی اور کون بے یار و مددگار؟ کس کے پاس خزانے تھے اور کون بے سرمایہ؟ کس کے ساتھ کثرت تھی اور کس کے ساتھ قلت، یہ سب کو معلوم ہے لیکن نتیجہ میں بتا دیا کہ نمرود کی نہ فوج کام آئی نہ دولت و ثروت نہ ساتھیوں کی کثرت ۔ جناب ابراہیمؑ اپنی تمام بے سروسامانیوں کے ساتھ کامیاب ہوئے ۔ فرعون کے پاس لشکر کی کوئی کمی نہ تھی، دولت و ثروت کا کوئی حساب نہ تھا اور رب کہہ کر سجدہ کرنے والے ہی لاکھوں تھے، اس کے مقابلے میں بظاہر جناب موسیٰ کے پاس کچھ بھی نہ تھا لیکن بتائیے کامیاب کون ہوا۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ بھی اسی نظریے کی گواہ ہے، ابتدائی دور میں رسولؐ اسلام کے ساتھ ایک بوڑھا چچا تھا ایک کمزور عورت تھی اور ایک کمسن بھائی ۔ جب کہ باطل کی تمام طاقتیں مخالفت پر متحد تھیں ۔ کیا کوئی سوچ بھی سکتا تھا کہ اس کمزور تعداد کو ساتھ لے کر پوری دنیا کو للکارنے والا کبھی اس طرح کامیاب ہوسکتا ہے کہ پورا کرۂ ارض اشھد ان لاالہ الااللہ کی آواز سے گونج اٹھے گا۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کے اس نظریے کا سب سے بہتر ثبوت واقعۂ کربلا نے پیش کیا جب امام حسینؑ یزید کے مقابلے کے لئے اپنے اعزہ اور دوستوں کے مختصر سے لشکر کو لے کر چلے ہیں تو بڑے بڑے ماہر سیاست دانوں نے سمجھایا تھا کہ اتنی مختصر تعداد کے بل پر یزید کی قہار طاقت سے ٹکر نہ لیجئے ۔ مکہ میں بھی ایسے سمجھانے والوں کی کمی نہ تھی ۔ راستے میں بھی ایسے لوگ ملے تھے جنھوں نے امام حسینؑ کو خبردار کر دیا تھا کہ کوفے سے کسی امداد کی توقع نہ رکھئے ۔ چاہے دل آپ کے ساتھ ہوں مگر تلواریں یزید کا ہی ساتھ دیں گی ۔ اگر معاذ اللہ حسینؑ ایسے ناسمجھ تھے کہ خود نہ سمجھتے تھے تو بتانے والوں کے سمجھانے کے بعد بھی سمجھ میں نہ آیا۔ علی الخصوص جب شہادت جناب ہانیؓ اور جناب مسلمؑ کی خبر مل گئی اور کوفے والوں کی غداری کا علم بھی ہوگیا اس وقت بھی امام حسینؑ کی آنکھیں نہ کھلیں؟ لیکن حقیقت بھی یہی ہے کہ امامؑ کامیابی وکامرانی کا معیار دنیا والوں کے نقطۂ نظر سے نہیں قرآن کے نظریے کے مطابق قرار دیتے تھے۔ اور آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ امام حسینؑ نے کس طرح قرآنی معیار کی کامیابی کو روشن کر دیا۔

یزید کے لشکر والے سمجھے ہم امام حسینؑ کا سب کچھ لوٹ کر مظالم اور تشدد کی انتہا کر کے اپنے خیال میں حسینؑ اور ان کے ساتھ والوں کو ذلیل و رسوا کر کے کامیاب ہوجائیں گے ۔ لٰہذا مظالم کو اس حد تک پہنچا دیا جس کا تصور بھی انسان واقعۂ کربلا سے پہلے نہ کرسکتا تھا۔ اپنے خیال میں لاش حسینی کو پامال کر کے حق کو پامال کر دیا۔ وہ یہ سمجھے کہ اہلبیتؑ حسینؑ اسیر کر لئے گئے تو حق وانصاف کو اپنا قیدی بنا دیا لیکن نتیجہ ان کی امیدوں کے برخلاف نکلا۔ جتنی ظلم کی تاریکی بڑھتی گئی حسینیت چمکتی گئی جتنا حق کچلا جاتا رہا مضبوط ہوتا گیا۔

چادریں تو اہل حرم کے سروں سے چھینی گئیں لیکن باطل کا گھناؤنا چہرہ نمایاں ہوگیا اور آج بھی دنیا یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ حسینؑ سب کچھ کھو کر کامیاب ہوئے یا ناکامیاب اور یزید سب کچھ پا کر بھی جیتا یا ہارا۔

[ماخوذ از ماہنامہ الواعظ ذبح عظیم نمبر ستمبر اکتوبر ۱۹۸۴ء]

❀❀❀

قطعہ

آنجہانی کرشن بہاری صاحب نورؔ لکھنوی

یادِ حسینؑ قربِ رگِ جاں کئے ہوئے
بیٹھا ہوں میں نجات کا ساماں کئے ہوئے
اے عارضی مسرتِ دنیا ہمیں نہ چھیڑ
بیٹھے ہیں ہم حسینؑ کو مہماں کئے ہوئے

❀❀❀